استمداد غیراللہ باذن اللہ

از: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم'' جہلم

حال ہی میں ایک ترکیب تراشی گئی ہے یعنی ''استمداد غیراللہ باذن اللہ'' مجھے معلوم نہیں کہ عقیدہ تراشی کی اس جدید اصطلاح کے پیچھے کیا ضرورت کارفرما ہے؟ اللہ تعالیٰ کب اور کہاں ان کی حاجت روائی، مشکل کشائی اور قدر افزائی کیلئے موجود نہیں ہوتے .... جو یہ نظریہ قائم کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت سلیمانؑ کے معجزات سے غلط طور پر استدلال کیا جاتا ہے۔ معجزاتِ انبیاءؑ، دراصل اللہ تعالیٰ کی اس قدرت اور طاقت کے اظہار کیلئے ہوتے ہیں جو عالمِ اسباب کے عقلی دلائل سے ماوراء ہے۔ تب اور اب انسانی عقل ان کی فہم وادراک سے عاجز ہے۔ اسی لئے یہ معجزہ کہلائے۔ سب سے بڑا معجزہ ہر نبی کا وحی تھا۔ مگر خود انبیاء کرامؑ اس معجزہ سے تھرا اٹھے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے جب اپنا عصا زمین پر ڈالا اور وہ اژدہا بن گیا تو قرآن مجید نے یہ نقشہ کھینچا ہے: ﴿أن یٰموسیٰ إنی أنا اللہ رب العالمین ٥ وأن ألق عصاک، فلما رأھا تھتز کأنھا جان ولیٰ مدبراً ولم یعقب ...﴾ (القصص: ٣٠-٣١) یعنی: ''اے موسیٰ! میں اللہ ہوں جہانوں کا مالک، اور تم اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ سو جب انہوں نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا جیسے سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اے موسیٰ! آگے آؤ اور نہ ڈرو۔ تحقیق تو امن والوں سے ہے۔''

امام الانبیاء سیدنا حضرت محمد ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ گھبراہٹ کے ساتھ گھر تشریف لائے اور ''زملونی، زملونی'' فرمارہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور انہوں نے بتایا کہ یہ وہی روح آپ پر اتری ہے جو کبھی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر اتری تھی۔ ورقہ بن نوفل نبی نہ تھے۔ کیا نبیؐ کا ان کے پاس جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کا مرتبہ کسی بھی اعتبار سے حضورؐ اقدس سے زیادہ تھا؟ نہیں، ہرگز نہیں! جب معجزات کے سامنے عقل عاجز ہے تو پھر ان سے عقلی استدلال بنیادی طور پر غلط ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اللہ کے اذن سے مردہ کو زندہ کرتے، کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو تندرست کرتے، مٹی کے پرندے بناتے، ان میں پھونک مارتے اور وہ اڑ جاتے۔ وہ یہ سارے کام باذن اللہ کرتے۔ یہاں

سے یہ دلیل پکڑنا واقعی بڑا آسان ہے کہ اسی طرح اللہ کے بعض نیک بندے ''باذن اللہ'' حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔ مگر یہ بڑا ہی گمراہ کن استدلال ہے۔ یہ موقف اتنا کمزور ہے کہ اس کے رد کرنے کیلئے کوئی کاوش کرنا بھی تضیع اوقات اور تحصیل حاصل کے حکم میں داخل ہے۔ فرض کریں یہ مؤقف درست ہے اور دنیا میں کچھ بندے ایسے موجود ہیں جو باذن اللہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کر رہے ہیں۔ اب مزید فرض کریں کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت پیش کرتا ہے اور وہ اسے رد فرما دیتے ہیں۔ پھر وہ سائل کسی ایسے حاجت روا کے دربار میں اپنی حاجت پیش کرتا ہے جو مفروضہ طور پر ''حاجت روا باذن اللہ'' ہے۔ اب آگے دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کی حاجت، یہ حاجت روا پوری کر دیتا ہے۔ یہ کیفیت بڑی ہی ہولناک ہے۔ یہ مقام بجائے خود کافی ہے کہ بندہ ڈر جائے اور توبہ کر لے۔ میرے خیال میں اس ضمن میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیا اس سے یہ ماننا لازم نہیں آتا کہ جو حاجت اللہ تعالیٰ پوری نہ کرنا چاہیں وہ ''حاجت روا باذن اللہ'' پوری کر دیتا ہے۔ یہ خیال ہی غارت گر ایمان ہے۔ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو کیسی توحید اور کیسی رسالت؟

دوسری صورت یہ ہے کہ ''حاجت روا باذن اللہ'' ہر سائل کی حاجت روائی سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اذن لیتا ہے۔ جب وہ اذن لینے کیلئے بارگاہِ صمدیت میں پیش ہوگا تو یقیناً براہ راست ذات باری تعالیٰ سے ہم کلام ہوگا اور وہاں سے مثبت یا منفی جواب پائے گا۔ اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ خود تو کسی کی دعا کو مسترد فرما دیں اور خود ہی ''حاجت روا باذن اللہ'' کو قبول کرنے کی اجازت فرما دیں.... ہوگا یہی کہ اللہ تعالیٰ دوسرے حاجت روا کو اذن قبولیت کا نہ دیں گے اور اگر نہ دیں گے تو پھر یہ ''حاجت روا باذن اللہ'' مقرر کرنے کی کیا حاجت تھی؟ پھر اس ترکیب کے واضعین ہی جانیں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے حاجت رواؤں کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کا مطلق اذن دے رکھا ہے یا ہر سائل کے معاملے میں ان مفروضہ حاجت رواؤں کو اللہ سے اذن طلب کرنا ہوتا ہے۔ قارئین غور کریں اور دیکھیں کہ یہ ہے اس عقیدۂ فاسدہ کی حقیقت!!!

آخری بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات محولہ بالا میں قرآن شریف میں واضح طور پر ''حاجت روا باذن اللہ'' کہہ دیا گیا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے اس ترکیب کے واضعین کے مطابق شیخ عبدالقادر جیلانی سمیت جن جن ہستیوں کو حاجت روائی کا اذن دے رکھا ہے، وہ ہمیں قرآن مجید سے نکال دیں اور بس۔ یہی ہمارا مطالبہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے نام پر اذن دیا گیا ہے۔ اسی طرح ان بزرگوں کے نام

پر اذن ہمیں دکھا دیں تو ہم ہارے اور آپ جیتے!

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا تخت منگانے کا ارادہ فرمایا تو آپؑ اجلاس میں تھے۔ دربار لگا تھا، امراء، اعیان، درباری، غلام، نوکر سب حاضر تھے۔ یہ سب لوگ آپؑ کے امتی تھے۔ جنات بھی تھے، انسان بھی تھے، حضرت بادشاہ بے مثال بھی تھے۔ یہ مہم درپیش ہوئی تو غلاموں سے پوچھا۔ اسے کون سر کرے گا؟ یہاں یہ ضرور یاد رکھیں کہ آپ بادشاہ بھی تھے۔ جب بادشاہ اپنے غلاموں کو کوئی مہم سونپتا ہے تو اس سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ وہ خود عاجز ہے۔ اس کے غلام، اس کی سپاہ، اس کے امرائے دربار سب بادشاہ ہی کی طاقت کا مظہر ہوتے ہیں۔ بہر حال! یہ مہم ایک شخص نے اٹھائی جس کے متعلق بیان ہوا ہے کہ ''اس کے پاس کتاب کا علم تھا''۔ عفریت نے بھی اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ یہ پورا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے: ﴿قال یاایھا الملأ ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین ...﴾ (النمل: ۴۰۔۴۱) ترجمہ: ''(سلیمانؑ) نے اہل دربار سے کہا تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کا تخت قبل اس سے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں، حاضر کر دے۔ ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اجلاس سے اٹھیں اور میں طاقت رکھتا ہوں۔ امانت دار بھی ہوں۔ ایک اور شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا، نے کہا میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکھڑا کر سکتا ہوں۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اس (ملکہ کے تخت) کو روبرو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بھی میرے رب کا فضل ہے۔''

اب کیا یہ جاتا ہے کہ: ﴿عندہ علم من الکتاب﴾ والے آدمی کو مسندِ ولایت پر بٹھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ کے ولیوں کے کمالات!!! یہاں یہ بات ذہن میں رہنا چاہئے کہ مفسرین کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو ﴿عندہ علم من الکتاب﴾ سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام لیتی ہے اور کہتی ہے کہ عفریت کا جواب پا کر آپؑ نے خود ہی فرمایا کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے خود ہی تخت لا سکتا ہوں۔ چنانچہ آپؑ نے دعا فرمائی اور تخت معجزہ کے طور پر حاضر ہو گیا۔ اور آپؑ نے خود ہی فرمایا کہ یہ میرا ذاتی فعل نہیں ہے بلکہ میرے رب کا فضل ہے۔ جس نے تخت میرے سامنے حاضر کر دیا۔ اگر اس رائے سے اتفاق نہ کیا جائے اور ﴿عندہ علم من الکتاب﴾ والے شخص کو آپ کا کوئی امتی عالم سمجھ لیا جائے تو پھر بھی آخری بات یہی ہے کہ یہ حضرت سلیمانؑ کا معجزہ تھا جو اللہ کے فضل سے رونما ہوا تھا۔ اصولی طور پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اللہ تعالیٰ کسی معجزہ کے ظہور کیلئے کسی ذریعہ کو استعمال فرماتے ہیں یا نہیں!!! مثلاً حضورﷺ کو

معراج پر لے جانے کیلئے براق کا استعمال اگر نہ بھی کیا جاتا تو بھی اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھے اور ہیں کہ حضور اقدسؐ کے متعلق صرف ارادہ فرمالیتے اور ''کُن'' کہہ دیتے تو آپؐ مقام سدرۃ المنتھیٰ پر حاضر ہو جاتے۔ معراج میں براق تو صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامت ہے ورنہ اس بے چارے کی اپنی کیا طاقت تھی۔ اسی طرح اگر علم الکتاب کا حامل امتی، وہ تخت لایا ہو تو بھی وہ صرف ذریعہ تھا۔ ہم اس کے شرف کے قائل ہیں کیونکہ وہ زبور کا عالم اور مسلمان امتی تھا۔ دیکھیے نا... اگر ابوجہل کی مٹھی میں کنکریاں کلمہ پڑھتی ہیں تو یہ معجزہ حضور اقدسؐ کا ہے۔ اس سے ابوجہل کی کسی معجزہ نما طاقت کا اظہار نہیں ہوتا۔ اگر کمان تیر کو پھینکتی ہے تو زور کمال تیرانداز کا ہے نہ کہ کمان کا۔ سو اگر علم الکتاب کے حامل کو اللہ تعالیٰ نے اظہارِ معجزہ کیلئے کوئی ذریعہ بنایا ہے تو یہ اس کا ذاتی کمال نہیں۔

اب ولی کی بات بھی سن لیجیے۔ ولی لفظ ذومعنی ہے۔ دوست، محب، عقیدت مند، وارث، آقا، مصاحب اس کے ایک معنی ہیں۔ دوسرے معنی کارساز کے ہیں۔ حضرت یوسفؑ عرض کرتے ہیں: ﴿أنت ولیی فی الدنیا والآخرۃ﴾ (یوسف:۱۰۱) ترجمہ: ''(اے اللہ) تو دنیا اور آخرت میں میرا ولی ہے۔'' یعنی میرا کارساز ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿ألا إن أولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون ○ الذین آمنوا وکانوا یتقون﴾ (یونس:۶۲۔۶۳) ترجمہ ''خبردار! جو لوگ اللہ کے ولی (دوست) ہیں نہ ان کو ڈر ہوگا اور نہ غم (اولیاء اللہ وہ ہیں) جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کئے رہے۔'' یہاں یہ لفظ بمعنی دوست کے آیا ہے۔ ہوا یوں کہ ''اولیاء اللہ'' کا ایک گروہ مقرر کر لیا گیا جو کسی قبر کے مجاور ہوتے ہیں۔ جیتے جی وہ لوگوں سے نذر، نیاز، شرینی وشکرانہ وصول کرتے ہیں اور اسکے بدلے میں مبینہ طور پر اپنے متوسلین کی حاجت برآری کرتے ہیں۔ آپ اچھی طرح جائزہ لیں تو آخری بات یہی نظر آئے گی کہ اولیائی کا سارا کام کسی قبر کے حوالے سے ہوتا ہے۔ پھر جب یہ مجاور فوت ہو جاتے ہیں تو ان کی قبریں نئے اولیاء کے آستانے بن جاتے ہیں اور ان پر ان کی اولادیں موروثی طور پر درجۂ ولایت پر فائز ہو کر مجاور بن جاتی ہیں۔ گویا اولیاء منزل دنیا سے سفر کر جانے والے اولیاء کی مادی وراثت کی طرح ان کی ولایت بھی ان کی اولادوں کو منتقل ہوتی ہے۔ اور خلافت ولایت کے جھگڑے بارہا عدالتوں میں طے ہوتے ہیں۔ کیا یہ ولایت کے مقدس تقاضے ہیں؟

ہم اولیاء کا ادب کرتے ہیں اور ان سے عقیدت بھی رکھتے ہیں مگر ہمیں ولایت کی وہ صورت قبول نہیں جس میں ولی اپنے متوسلین سے مال دنیا لیتا، اپنی تجوری بھرتا اور محلات بناتا اور جاگیریں قائم کرتا ہے۔

ویسے بھی اللہ رب العزت نے جن اولیاء اللہ کے بارے میں خوف اور غم نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے ان کیلئے ایک شرط ایمان کامل اور تقویٰ و پرہیز گاری کی بھی رکھی ہے۔موجودہ دور کے نام و نہاد پیروں اور مجاوروں کو تقویٰ اور معیار کی کسوٹی پر بھی پرکھنا چاہئے!!!

﴿عنده علم من الكتاب﴾ والے شخص پر ولایت کی قبا سجا کر یہ کہنا کہ دیکھیں ولیوں کی طاقت! بڑی جسارت ہے۔یہاں یہ شرط موجود ہے کہ اس شخص کے پاس علم الکتاب تھا۔وہ یقیناً اللہ کا دوست ہوگا اور ان معنوں میں رسول اللہؐ کے صحابہؓ بدرجۂ اولیٰ ولی ہیں۔مگر وہ کاروبارِ ولایت نہ کرتے تھے۔کیا میں پوچھ سکتا ہوں اور ضلع جہلم کے خادمانِ اولیاء بتا سکتے ہیں کہ سائیں غریب علی کے پاس کونسی کتاب کا علم تھا؟ خادمانِ اولیاء، اپنے اولیاء کے متعلق یہ ضرور لکھتے ہیں کہ انہوں نے ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کی اور یہ تکمیل صرف اس فقرے کے ذریعے ہی کرائی جاتی ہے۔کیا وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ غریب علی صاحب نے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کب اور کہاں سے کی تھی؟؟ علوم ظاہری کی تکمیل تو یقیناً کسی مدرسے میں کی ہوگی۔اس مدرسے کے رجسٹر داخل خارج اور رجسٹر حاضری میں ان کا نام ہوگا۔پھر ان کی دستار بندی بھی ہوئی ہوگی۔تب کہیں جا کر ان کے سر پر تاجِ ولایت رکھا گیا ہوگا اور وہ اورنگِ ولایت پر بیٹھے ہوں گے؟ اسی لئے تو ان کی قبر پر قبہ بنایا گیا ہے۔باقی تو سب کچھ پورا ہو گیا مگر علم الکتاب کہاں رہ گیا؟ میں پیچھے کہہ آیا ہوں کہ یہ مدعیانِ محبت اولیاء، اولیاء سے کسی محبت یا عقیدت کا جذبہ نہیں رکھتے۔یہ صرف اپنی دنیاوی اغراض کے بندے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ ان کی حاجت برآری اور مشکل کشائی کر سکتے ہیں اور بس! اسی لئے وہ اپنے اس جذبے کی تسکین کیلئے ''استمداد غیر اللہ'' کے ساتھ باذن اللہ کا اضافہ کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی اغراض پوری ہو جائیں۔ورنہ ﴿أليس الله بكاف عبده﴾ (الزمر:) ''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے (کی ضروریات پوری کرنے کیلئے) کافی نہیں ہے؟'' کا جواب دیں۔یہ سوال اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ رہا ہے۔اگر مشکل کشائی کے اختیارات واقعی اللہ تعالیٰ کسی کو منتقل فرماتے تو ہمارے نبی ﷺ بدرجۂ اولیٰ اس کے اہل تھے۔مگر بدر کی رات آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے اور مدد مانگتے رہے۔غارِ ثور میں سیدنا ابوبکرؓ متفکر تھے تو آپؐ نے یہ نہ فرمایا کہ میں ''باذن اللہ'' اپنا اور تمہارا خود ہی محافظ ہوں بلکہ فرمایا: ﴿....إذ يقول لصاحبه لاتحزن أن الله معنا﴾ (التوبہ: ۴۰) ترجمہ ''(اے ابوبکر) خوف نہ کرو اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے'' چنانچہ ارشاد ہوا: ﴿والله يعصمك من الناس﴾ ترجمہ ''اللہ ہی ہے جو (اے نبی) آپ کو لوگوں (یعنی دشمنوں) سے بچاتا ہے۔'' حضور اقدس ﷺ تو اپنی مدد کیلئے اللہ کو پکارتے رہے۔

آخر اللہ نے آپ ﷺ کو ''باذن اللہ'' کے ساتھ یہ اختیار کیوں نہ دیا کہ آپ اپنی مدد آپ ہی فرمالیا کریں اور ہمیں نہ پکارا کریں۔ بلکہ اپنی ساری امت کیلئے بھی ''باذن اللہ'' آپ ہی حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔حضور اقدس ﷺ کو جن لوگوں نے ''مختارِ کل'' کہا ہے وہ یہ غور کریں کہ جب آپ مختارِ کل تھے تو معراج پر آپ خود ہی کیوں نہ تشریف لے گئے؟ اگر یہ اختیار شیخ عبدالقادر کو دیا گیا ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہیں دیا گیا؟؟

''عندہ علم من الکتاب'' والا بندہ بلاشبہ ولی ہوگا۔ہمیں اس کے تقربِ الٰہیہ کا اعتراف ہے۔ اعتراض اس مشابہت پر ہے جو کاروبارِ ولایت چلانے والوں سے کیا جاتا ہے۔اولیاء اللہ جملہ اہلِ ایمان صالحین ہی تو ہیں۔ یہ کسی قبر کے مجاور اور دوسروں کے مال پر نظر نہیں رکھتے۔ یہ کیسی اولیائی ہے کہ اپنے عقیدت مندوں سے بکرے، مرغ، چادریں، کاریں، گھوڑے، زمین، نقد کیش وصول کرتی ہے۔ دنیا اپنے لئے سمیٹتی اور بے چارے عقیدت مندوں کو دم دلاسے پر ٹرخاتی ہے؟؟

''علم الکتاب'' کا حامل ہونا دلیلِ ولایت ہے تو ہمیں اس سے اتفاق ہے۔ بلاشبہ اولیاء اہلِ علم ہی ہو سکتے ہیں۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے ایسے لوگ درجۂ اولیائی پر فائز کر دیئے گئے کہ علم یا عمل نام کی کوئی شئے ان کے نزدیک سے بھی گزر کر نہیں گئی۔ ڈاڑھی ندارد، مونچھ چھ چھ انچ لمبی، علم الکتاب تو درکنار کلمہ طیبہ کے علم کا ہونا بھی مشکوک ہے۔مگر کاروبارِ ولایت چلا رہے ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔ہم صرف زندوں کا حال لکھ رہے ہیں۔لال شاہ (منگلا) مدفون ہیں۔ان کا حال خدا جانے مگر جو وہاں کا چڑھاوا کھاتے ہیں اور مرنے کے بعد جن کے مدفن نئے مرکزِ تجلیات بننے والے ہیں، ان کا حال دیکھ لیں۔علم، عمل، شرع اسلام جیسی اشیاء کا کوسوں نشان نہیں... مگر ان کے آستانوں پر ہجومِ خلائق رہتا ہے اور وہ ''باذن اللہ'' حاجت روائی کر رہے ہیں۔فاعتبروا یا أولی الأبصار... حال ہی میں سوہاوہ کے ایک نام نہاد ولی کو سزائے موت کا حکم ہوا ہے۔اب اس کے متوسلین منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ لوگو! چھوڑو، ان بے بنیاد باتوں کو۔اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ دے گا۔نہ دے گا تو کوئی نہیں دے سکتا۔

اصحابِ کہف موحّد تھے۔ایمان لائے تو مشرکوں کے ہاتھوں تنگ آ کر غار میں جا چھپے۔کوئی انہیں ولی کہے تو ہم حاضر ہیں۔مگر ان رواجی معنی میں نہیں جن کا ارد پیچھے کر آئے ہیں۔اگر انہیں واقعی ''باذن اللہ'' کے تحت مشکل کشائی کے اختیارات حاصل تھے تو چاہئے تھا کہ اپنی مدد آپ کر لیتے۔مشرکین کا مقابلہ کرتے۔ انہیں شکست دیتے اور خود غار میں پناہ گزین نہ ہوتے۔سو آپ کسے کسے ولی کہہ کر اپنے رواجی ولیوں کا

ثبوت پیش کریں گے۔ کہاں اصحاب کہف؟ اور کہاں وہ لوگ جو اولیائی کے نام پر اپنے تن و توش کا سامان کرتے ہیں؟؟ ایک بڑی عجیب حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ عشق رسولؐ اور خدمتِ اولیاء کے مدعی عام طور پر وہ لوگ ہیں جن کا عملی زندگی میں اسلام سے کوئی ربط نہیں۔ مگر پوری تندہی سے گیارہویں کا میلاد، مولود، محرم کے کونڈے اور دیگیں پکانے میں بڑے چست رہتے ہیں۔ اپنی مرادیں پوری کرانے کیلئے قبروں پر چڑھاوے بڑی عقیدت اور لگن سے پیش کرتے ہیں اور درباروں میں حاضری کے وقت باقاعدہ وضو کرتے ہیں اور سر ڈھانپ لیتے ہیں۔ وہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ صاحبِ قبر نذر نیاز کے بدلے ان کی حاجت پوری کر رہا ہے۔ اگر حاجات کا ذکر درمیان میں نہ آئے تو ان عقیدتمندانِ باصفا کا ان سے بھی اتنا ہی تعلق رہ جائے جتنا کہ اللہ سے ہے۔ اگر ان پر کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ حاجت برآری کیلئے اللہ باری تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ان سب پستیوں سے منزہ اور بالاتر کام کر رہا ہے اور اگر ان کے ہاں بیٹا پیدا ہونا تھا تو وہ ''پیر ہرے'' کا سلام نہ کرتے اور ''لال بادشاہ'' کے مزار پر کیل نہ گاڑتے تو بھی ہو جاتا اور اگر نہیں پیدا ہونا تھا تو پیر ہرے کا سلام کرنے اور وہاں عریاں غسل کرنے اور لال بادشاہ کے دربار پر کھونٹا گاڑنے سے بھی پیدا نہ ہوگا تو ان کی ساری عقیدت کافور ہو جائے گی اور وہ پھر ان مقامات کی طرف رخ بھی نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ عقیدت روحانی نہیں بلکہ دنیوی اغراض کی تکمیل کا ایک موہوم ثمر ہے۔

یہ بات خود ان کے گھروں میں بارہا ہوتی ہے کہ ہر دربار کی خاک چھاننے اور ہر در پر سر جھکانے اور ساری ساری زندگی گیارہویں شریف کا ختم دلانے کے بعد بھی ان کے کئی رشتہ دار، دوست، بھائی اور بہنیں بے اولاد رہ گئے۔ مگر معصیت ان کی مت مار کر رکھ دیتی ہے اور وہ اس سامنے کی حقیقت کا ادراک بھی نہیں کر پاتے اور یوں دنیا میں پہلے مادی دولت اور پھر ایمانی دولت گنوا کر چلے جاتے ہیں۔

غوث اور فریاد رس باذن اللہ

یہ اسی کیلنڈر نما اشتہار کا ایک اور عنوان ہے۔ اس کے تحت سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷۵ دے کر یہ ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی گئی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہا ہے: ﴿واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً﴾ ترجمہ ''اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کسی حامی کو بھیجئے۔'' میں اس کا رد کرنے سے پہلے اس قسم کی تراکیب کے واضعین سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں جب ان کے خیال فاسد کے مطابق غوث اور فریاد رس باذن اللہ موجود ہیں اور قرآن کی یہ آیت اس کا ثبوت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں ان مفروضہ اغواث کو پکارنے کا بھی تو کوئی طریقہ تجویز فرمایا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں اور رسول اللہؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ

میں درجنوں دعائیں تعلیم فرمائی ہیں جن میں اپنے رب سے بارش، اولاد، رزق، اتفاق باہمی، کفار پر غلبہ، استغفار، امامت، شفاء، جنت، مغفرت، توبہ... الغرض ہر حاجت طلب کرنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ یہ بے شمار دعائیں (ربنا۔ اللھم) یعنی: ''اے ہمارے رب!'' یا ''اے ہمارے اللہ!'' سے شروع ہوئی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے واقعی کوئی غوث اور فریادرس باذن اللہ مقرر کئے ہیں تو ضروری ہے کہ ان کو پکارنے کا کوئی طریقہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں بیان ہوتا۔ مگر ایسی کوئی دعا ہماری نظر سے نہیں گزری جو ''یارسول اللہ'' یا ''یاشیخ عبدالقادر'' سے شروع ہوتی ہو۔ پس یہ سب کچھ ایجادِ بندہ ہے۔

ایک صاحب تو یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز اور صبر غیراللہ ہیں مگر قرآن میں حکم ہے۔ ''اے ایمان والو! نماز اور صبر سے استعانت طلب کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

وہ اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے بڑی ناپاک جسارت کرتے ہیں اور ''بالصبر'' کی ''با'' کا ترجمہ ''سے'' کرتے ہیں اور نماز اور صبر کو غیراللہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ''با'' کا ترجمہ ''ساتھ'' ہے اور عبادت نماز اور وصف صبر کو ''غوث'' بنا کر پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان اغواث سے استعانت کرنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ العیاذ باللہ

؎ ناطقہ سربگریباں ہے، اسے کیا کہئے؟

میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا بلکہ انصاف پسند طبائع پر اس کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ وہ خود ہی دیکھیں کہ یہ کیسی حرکت ہے؟

فرض کریں ہم اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بارش عطا کر جو ہماری کھیتی کو سیراب کرے۔ کیا بارش غوث ہے؟ ہم پھر عرض کرتے ہیں، ہمیں صالح فرزند عطا فرما جو ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے۔ تو کیا بیٹا غوث ہے؟ ہم کہتے ہیں ہمیں مکان عطا کر کہ جس میں ہم سر چھپا سکیں تو کیا مکان غوث ہے؟ ہم کہتے ہیں ہمیں علم عطا فرما کہ جس کی مدد سے ہم حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔ تو کیا علم غوث ہے؟ ہم کہتے ہیں ہمیں بجلی کا کنکشن عطا کر کہ جس سے ہمارے گھر کی ظلمت دور ہو۔ تو کیا یہ کنکشن غوث ہے؟ ہم کہتے ہیں ہمیں جنت الفردوس عطا فرما کہ ہم اس میں سکھ چین سے رہیں تو کیا جنت الفردوس غوث ہے؟ عقل کا کوئی اندھا بھی ان محبوب و مطلوب اشیاء کو غوث یا فریادرس نہیں کہے گا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ تعالیٰ سے کسی مہم، کسی مشکل، سنگین صورتحال سے چھٹکارے دینے کیلئے یہ عرض کریں کہ کوئی ایسا حامی یا دوست اپنی جناب سے ہمیں عطا کر جو عقدہ کشائی اور پیش آمدہ صورت حال میں ہمارے لئے باعثِ تقویت ہو تو کس قاعدے سے وہ حامی یا دوست بذاتہ ''غوث'' بن گیا؟

غوث تو ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس سے فریاد کی جا رہی ہے۔ یہ آیت اس دعا کا حصہ ہے جو مکہ میں رہ جانے والے کمزور مسلمان اپنی نجات کیلئے کیا کرتے تھے۔ ایک مریض کہتا ہے ''اے اللہ شفاء عطا فرما'' دوسرا عرض کرتا ہے'' اے اللہ! کوئی ایسا حکیم حاذق بھیج۔ جس کے ہاتھوں مرضِ مزمن سے صحت یاب ہو جائے'' سوچئے فریاد اللہ سے کی گئی ہے یا حکیم حاذق سے؟ غوث وہی ہے جو مریض کی ندا کا منادیٰ ہے۔ فرض کیجئے۔ شب تار میں کوئی مسافر کسی بیابان میں راہ کھو بیٹھا ہے۔ عالم پریشانی میں وہ اللہ سے دعا کرتا ہے کہ کوئی ایسی سبیل کرے کہ اسے راہ مل جائے۔ اچانک اس کی نظر قطبی ستارے پر پڑ جاتی ہے اور اس کی مدد سے وہ اپنی راہ متعین کر لیتا ہے۔ تو بتائیے پھر قطبی ستارہ ہی اس کا غوث ٹھہرے گا؟ کوئی حامی یا دوست جسے اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ہماری مدد کیلئے فراہم کریں وہ تو اللہ کا فرستادہ ہوگا اور ہماری حمایت، دوستی اور خلاصی کیلئے جو اقدام کرے گا وہ من جانب اللہ ہوگا۔ اور یہ سب کچھ باذن اللہ ہوگا اور یہی تو سارا جھگڑا ہے کہ ہمیں وہ اذن دکھا دو جو شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیائے کرام کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے دیا ہے۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جبریل امینؑ نے مریمؑ سے کہا تھا'' میں تمہیں دے جاؤں'' جبریلؑ غیر اللہ ہیں مگر وہ مریمؑ کو بیٹا دے رہے ہیں مگر وہ غوث تو نہ ہوئے کہ مریمؑ نے بیٹے کی تمنا نہ کی تھی۔ یہ بیٹا دے جانا اگر جبریلؑ کا اپنا ہی فعل اور اپنی ہی طاقت سے تھا تو پھر ہم سب کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

دوستو! جبریلؑ تو اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور نوکر ہے۔ وہ تو صرف مریمؑ کو پیغام دینے اور پھونک مارنے کیلئے آیا تھا۔ باقی کرشمہ تو اللہ کی قدرتِ کاملہ کا تھا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

پنڈ دادنخان شہر اور موضع ٹھل میں درس قرآن وحدیث

پنڈ دادنخان کی سیاسی وسماجی شخصیت، عوامی میڈیکل سٹور کے مالک ڈاکٹر امیر الدین صاحب نے شالیمار چوک میں مدیر الجامعہ عبدالحمید عامر کے درس قرآن وحدیث کا اہتمام کیا۔ جس میں ناظم ضلع جہلم جناب فرخ الطاف چوہدری صاحب نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ جس میں علاقہ بھر کی سیاسی، مذہبی اور سماجی شخصیات نے بطور خاص شرکت کی۔ تلاوت کلام مجید کے بعد محمود مرزا جہلمی نے مختصر تمہیدی خطاب کیا۔ جس کے بعد مدیر الجامعہ نے ''حجیتِ حدیث'' کے عنوان پر تفصیلی خطاب کیا۔ آخر میں شرکاء کے اعزاز میں افطار ڈنر کا اہتمام کیا تھا۔ رات کو نماز تراویح کے بعد جامع مسجد صوبیدار اہل حدیث ٹھل میں مدیر الجامعہ نے نماز تراویح میں پڑھے گئے پارہ کا خلاصہ بیان کیا۔ اس سفر میں امجد بیگ اور حاجی ناصر خان ہمراہ تھے۔